کتاب "یہودیت و مسیحیت" پر ایک تحقیقی نظر

بشیر محمد اختر

مذاہب اہل کتاب کی حقیقت

ادیانِ عالم کا مطالعہ و تقابل جس قدر دلچسپ اور خیال افروز موضوع ہے اسی قدر اس پر اظہارِ رائے کرنا اور اسی وادیٔ پُرخار سے صاف صاف دامن بچا لینا ایک امرِ محال ہے۔ اس قسم کے موضوعات پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے اکثر و بیشتر ذاتی جوش و جذبے کی بلند آہنگی معقولیت و صداقت کے دھیمے سُروں پر غالب آتی محسوس ہوتی ہے۔ خصوصاً جب دوسرے مذاہب زیرِ بحث ہوں۔ تو تعصب و عناد کو بالائے طاق رکھ کر حق گوئی کا فریضہ ادا کرنا کارِ عظیم ہے، ہمت آزما بھی ہے اور بڑے حوصلے اور جرأت کی بات۔ ایسی بیشتر تحریریں عام طور پر اسی رنگ میں رنگی ہوتی ہیں اور وزن و وقار اور تاثیر و اعتدال کی ملائمت و معقولیت سے عاری۔

اس میں شک نہیں کہ خالص علمی، معروضی اور سائنسی نظر انداز سے بھی ایسے موضوعات کے مطالعے اور تفہیم کی کوششیں کی گئی ہیں۔ اور ایسے ہی اسلوب میں انہیں پیش بھی کیا گیا ہے۔ اسی لئے وہ فکر و فہم کی راہ سے کی گہرائیوں تک اپنا نقش بٹھانے میں کامیاب رہیں۔ اسی طرح ایک سعی بلیغ ڈاکٹر احسان الحق رانا کی تصنیف "یہودیت و مسیحیت" کی صورت میں کی گئی ہے۔ اس کا ذیلی عنوان ہے:۔

"مذاہبِ اہلِ کتاب کی حقیقت" — اور یہ حقیقت اہلِ کتاب کی اپنی ہی کتابوں کی روشنی میں نہایت غیر جانبداری اور بے تعصبی کے ساتھ پیش کر دی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے پانچ سالہ تحقیقی مطالعے کا حاصل پہلے ایک مسودے کی شکل میں مرتب کیا اور اس کی پچاس نقلیں مسلمان علماء اور مسیحی زعماء کو تبصرے کے لئے روانہ کی تھیں۔ تاکہ کتاب کی اشاعت سے پہلے تبصرے اور تنقید کے مراحل بھی طے ہو جائیں۔ اور ضروری تغیر و تبدل کر دیا جائے۔ خوش بختی سے اس مسودے کی ایک نقل راقم الحروف کو بھی موصول ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں پہلا تاثر یہی قائم ہوا تھا کہ سائنسی علوم و حقائق سے وابستہ ایک فاضل کی نگارشات ضرور حق و صداقت اور ٹھوس دلائل و استناد پر مبنی ہوں گی اور ضرور قابل توجہ اور اثر پذیر ہوں گی۔ چنانچہ پورے مسودے اور اب پوری کتاب کے مطالعے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ

اس میں بائبل کے علاوہ خود یہودیوں اور مسیحیوں کی مشہور و مستند کتابوں کے حوالوں سے ثبوت پیش کئے گئے ہیں کہیں بھی کوئی خالی خولی دعوٰی یا جذباتی قسم کا اعتراض نہیں کیا گیا اور نہ بغیر دلیل اور حوالے کے بات کی گئی ہے۔

حق و صداقت کی اس آواز کو دبا دینے کی مذموم و ناکام کوشش بھی کی گئی۔ اور کتاب کی اشاعت سے پہلے اسے نہ صرف ضبط کرا دیا گیا بلکہ مصنف پر جھوٹا مقدمہ قائم کرکے اعلیٰ ملازمت سے برطرفی اور جیل بندی کی صعوبتوں میں بھی مبتلا کرا دیا گیا تحقیق احوال کے بعد مصنف پر لگائے گئے سبھی الزامات غلط ثابت ہوئے۔ چنانچہ مقدمہ واپس لے لیا گیا۔ اور مسودہ واگذار کردیا گیا۔ چنانچہ پھر نظرثانی کے بعد کتاب صدیقی ٹرسٹ کراچی کے تعاون سے مسلم اکادمی لاہور نے نومبر ۱۹۸۱ء میں شائع کر دی۔

ایسی معرکۃ الآرا کتاب کی اشاعت پر مصنف اور ناشر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ کتاب صداقت پسند اور حقیقت جو انسان کے لئے غور و فکر کا ایک وافر سرمایہ فراہم کرتی ہے۔ اس کی ترتیب میں جس جاں فشانی، عرق ریزی اور صاف گوئی سے کام لیا گیا ہے اس کا اعتراف بہت ضروری ہے۔ انداز و اسلوب شروع سے آخر تک سائنسی اور تجزیاتی ہے۔ اور یہ اس کی اپیل اور تاثیر کی ایک بڑی ضمانت ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ مصنف نے اپنی اس تالیف کو کسی قسم کی منفعت کا وسیلہ نہیں بنایا۔ چنانچہ کوئی رائلٹی وصول نہیں کی اور نہ کوئی بلکہ سب کچھ اظہار حق کے لئے کیا۔ اور فی سبیل اللہ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

کتاب چار سو صفحات اور سترہ ابواب پر پھیلی ہوئی ہے۔ ہم یہاں اس کتاب کے مندرجات کا باب وار جائزہ لیتے ہیں اور اس کے مباحث کے اہم نکات پیش کرتے ہیں۔

پہلا باب بائبل کی کتابوں کے بارہ میں ہے۔ سات صفحوں کے اس باب میں بائبل کے دونوں حصوں یعنی عہد قدیم اور عہد نامہ جدید میں شامل کتابوں کی فہرست دی گئی ہے۔ عہد نامہ میں کتابوں کی تعداد ۴۶ ہے۔ انہیں اور عیسائی کلام الٰہی مانتے ہیں لیکن مسیحیوں کی پروٹسٹنٹ جماعت ان میں سے صرف ۳۹ کو صحیح مانتی ہے اور باقی کتابوں پر ایمان نہیں رکھتی۔

عہد نامہ جدید میں شامل کتابوں کی تعداد ۲۷ ہے۔ ان میں چار انجیلوں کو شروع میں جگہ دی گئی ہے حالاں کہ انجیلوں سے پہلے سینٹ پال کے خطوط لکھے جا چکے تھے۔ اس سے یہ بات نمایاں ہو جاتی ہے کہ چاروں انجیلوں کی بنیاد حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کے بجائے پال کے نظریات پر رکھی گئی ہے۔ نئے عہد نامے کو صرف مسیحی الہامی کلام مانتے ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ بعض رسولوں پر بعض کتابیں نازل ہوئی تھیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ملتا ہے۔ پیغمبروں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان پر اتاری گئی کتابوں پر ایمان لانا بھی مسلمانوں کے لئے

ایک ضروری شرط ہے۔ لیکن مسلمان قرآن مجید کے وسیلے اور تحقیق و مطالعے کے ذریعے سے یہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ اب ان کتابوں میں بہت کچھ ردوبدل ہو چکا ہے اور الہامی کتاب میں انسانی کلام بھی شامل ہو گیا ہے۔ پھر خود ان کتابوں مثلاً توریت، زبور اور انجیل میں کہیں بھی یہ دعویٰ موجود نہیں کہ یہ اپنی اصلی حالت میں محفوظ بھی ہیں جب کہ قرآن مجید نے صاف صاف یہ اعلان کر دیا تھا کہ

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ○

بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ اگر یہ خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے (النساء ۸۲)

بائبل میں اگر طرح طرح کے اختلافات اور تضادات پائے جاتے ہیں تو وہ الہامی ہونے کے اس معیار پر کہاں پوری اتر سکتی ہے؟ اس لئے اسے الہامی اور خدائی کلام نہیں سمجھا جا سکتا۔

دوسرے باب کا عنوان بائبل کی ترتیب و تدوین ہے۔ یہ باب بارہ صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں فنک انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور کولیرز انسائیکلوپیڈیا سے اقتباسات کی روشنی میں یہ بات آئینہ ہو جاتی ہے کہ بائبل کے تمام اصل نسخے گم ہو چکے ہیں۔ اور قدیم ترین نسخے جو میسر آئے ہیں۔ ان میں طرح طرح کے اختلافات اور تضادات راہ پا گئے ہیں۔ ان میں کئی الفاظ بدل دیئے گئے اور کئی حذف کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح متن کی معنوی حیثیت ہی متغیر ہو کر رہ گئی ہے اور خدائی کلام میں انسانی کلام کی شمولیت سے اصل بات کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔

تیسرے باب میں آسمانی کتابوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے تیس صفحات ہیں۔ یہ جائزہ جن اہم نکات کی وضاحت کرتا ہے انہیں ہم خلاصۃً یوں سمیٹ سکتے ہیں۔

۱۔ تورات۔ عہد نامہ قدیم کی پہلی پانچ کتابیں تورات مانی جاتی ہیں۔ تورات کا معنی شریعت کا ہے۔ ان کتابوں میں موسوی شریعت درج ہے۔ یہودی اور عیسائی تورات کو حضرت موسیٰ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خود تورات کے مطالعہ سے اس کی تردید ہو جاتی ہے۔

بتایا یوں جاتا ہے کہ اصل تورات کا نسخہ ہیکل میں رکھا رہتا تھا۔ لیکن ہیکل کی بربادی کے ساتھ ہی وہ نسخہ بھی ضائع ہو گیا۔ چنانچہ بابل میں اسیری کے زمانے میں محض یادداشتوں سے تورات دوبارہ مرتب ہوئی اور پھر اس کی تحریف و ترمیم کا سلسلہ شروع ہو گیا اب صورت حال کچھ یوں معلوم ہوتی ہے۔ کہ تورات پانچ کتابوں کا مجموعہ ہونے کی بجائے ایک ہی کتاب ہے جو بائبل کے اندر کتاب استثنا کی صورت میں موجود ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ کی زبانی لکھا گیا بیشتر کلام الہامی معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اصل تورات ہے۔ باقی کا کلام

جو نہ حضرت عیسیٰؑ کی زبان تھی نہ ان کے حواریوں کی۔

ڈاکٹر احسان الحق رانا اپنے ایک اور مقالے میں " بائبل سے بائبل کی تکذیب" میں بھی بتاتے ہیں کہ عہد نامہ جدید کی تدوین و ترتیب سے عیاں ہے کہ مسیحیت کی بنیاد کتب عہد نامہ جدید پر نہیں رکھی گئی بلکہ عہد نامہ جدید مسیحیت کی پیداوار ہے۔ حضرت مسیح اور ان کے پیروکار یسوعی یہودیوں کی مادری زبان آرامی تھی۔ یسوع مسیح کے انتخاب کردہ سبھی حواری اَن پڑھ تھے۔ یونانی تو کیا وہ آرامی میں بھی کچھ لکھ پڑھ نہیں سکتے عہد جدید کی ساری کتابوں کا یونانی زبان میں لکھا جانا اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ انہیں لکھنے میں فلسطینیوں اور حضرت مسیح کے حقیقی شاگردوں کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔[5]

چھٹا باب ۔ "تاریخ بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ سے حضرت سلیمانؑ تک" ۲۳ صفحات پر پھیلا ہوا اس باب میں بائبل کی رو سے بنی اسرائیل کی تاریخ کے اہم واقعات کا بیان اور بنی اسرائیل کی مردم شمار کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ پھر برٹانیکا کے حوالوں سے ان کے تضادات واضح کئے گئے ہیں۔ اور مبالغوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے والد عمران کی شادی اور کنعان میں یشوع کی فتوحات بیانوں کے اختلافات نمایاں ہونے لگتے ہیں۔

ساتواں باب بائبل میں مذکورہ نسب ناموں اور گوشواروں کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ یہ باب سو صفحوں پر مشتمل ہے اور اس کے مطالعے سے جو نکتہ ابھر کر سامنے آتا ہے یہی ہے کہ ان نسب ناموں میں مندر اسمار، سن و سال، عہد و زمانے کو تاریخی حیثیت سے نہیں جانچنا چاہئے۔ کیونکہ بقول برٹانیکا موجود حالت میں بیان کردہ واقعات میں تاریخی اعتبار سے بہت سے اغلاط و تضادات موجود ہیں۔ اور اس سلسلے میں نامور علماء کے مابین اہم مسائل پر بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف ایک مثا واضح ہو:۔

شاہ یہوداہ یہورام بن یہوسفط ۴۰ برس کی عمر میں فوت ہوا۔ (۲۔ تواریخ ۔۲۱: ۲۰) اس کے اس کا سب سے چھوٹا بیٹا اخزیاہ تخت نشین ہوا اور اس وقت اس کی عمر ۴۲ برس کی تھی (۲۔ توار ۲۲: ۲) گویا سب سے چھوٹا بیٹا اپنے باپ سے بھی دو سال بڑا تھا۔

آٹھویں اور نویں باب میں بھی بائبل کے بیانات کے تاریخی مغالطوں اور تضادوں کا مذکور ہے دو باب ص ۱۵۲ سے ص ۲۰۰ تک پہنچتے ہیں۔ بیانات تو بنیادی طور پر بائبل کے ہیں اور ان پر تبصرے ک

---

۵ "بائبل سے بائبل کی تکذیب" ڈاکٹر احسان الحق رانا، ادارہ تحقیق مذاہب، گلبرگ لاہور ص ۱۳ جنوری ۸۲ء

یہ بیان بھی درست نہیں کہ سورج اور چاند اکٹھے بنے تھے۔ [1]

بائبل کے بیانات کی رو سے اولین انسان یعنی حضرت آدمؑ کی پیدائش قریباً چھ ہزار برس پیشتر ہوئی تھی۔ لیکن جدید سائنس دان زیادہ تر یہودی اور عیسائی ہیں۔ ایسے بیانات کی تکذیب کر رہے ہیں مثلاً جدید تحقیقات کے مطابق فلسطین میں انسانوں کے بسنے کے آثار کم از کم دو لاکھ سال پرانی پتھر کی تہہ میں ملتے ہیں۔ اسی طرح کلولینڈ امریکہ کے ایک ماہر علم الانسان ڈاکٹر جانسن نے یہ اعلان کیا ہے کہ اس نے تیس چالیس لاکھ سال پیشتر کے آدمی کی ایک نئی نوع دریافت کر لی ہے۔ جس سے ڈارون کا نظریہ باطل ہو کر رہ گیا ہے۔

اس طرح بائبل میں مندرج قصے اکثر و بیشتر غیر فطری اور غیر سائنسی ٹھہرتے ہیں۔ مثلاً یشوع کا بیان ہے اے سورج! تو جبعون پر اور اے چاند! تو وادی ایالون میں ٹھہرا رہ۔ سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا جب تک قوم نے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لیا۔

گویا سورج اور چاند دونوں ایک ہی وقت میں جلوہ فگن ہیں اور دونوں کو اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جانے کی ہدایت ہو رہی ہے۔ پھر آگے ان دونوں کے تھم جانے کا بیان ہے۔ حالاں کہ یہ امر غیر فطری ہے۔ اگر اجرام فلکی میں سے کوئی ایک بھی لمحے بھر کے لئے ساکن ہو جائے تو قیامت برپا ہو جاتے۔

بادشاہ ابی ملک اور حضرت سارہ کا واقعہ بالکل لغو معلوم ہوتا ہے۔ یہ واقعہ کتاب پیدائش میں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت سارہؑ سے حضرت اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت ملنے کے بعد بیان ہوا ہے اس وقت حضرت سارہ نوے برس کی بوڑھی اور بانجھ تھیں۔ ان کا احوال اور سن و سال ہرگز ایسا نہ تھا

---

[1] یہاں فرانس کے سرجن اور سکالر ڈاکٹر موریس بوکائے کی کتاب "بائبل، قرآن اور سائنس" کا حوالہ بے موقع نہ ہو گا۔ انہوں نے اس کتاب میں بے شمار حوالوں اور مثالوں سے یہ بات ثابت کی ہے کہ عہد نامہ قدیم کی کتاب پیدائش میں دنیا کی تخلیق اور زمین پر انسان کے ظہور اور انساب سے متعلق جو اعداد و شمار دیئے ہیں۔ وہ جدید سائنسی معلومات کے مسلمہ حقائق سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے۔ اس لئے انہیں تسلیم کرنا بہت مشکل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جدید سائنس انکشافات اور علوم بائبل کے بیانات کی تصدیق و توثیق نہیں کرتے۔

تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر بوکائے کی کتاب یا راقم کا مضمون "ایک فرانسیسی سائنسدان کی مفکرانہ تصنیف، بائبل، قرآن اور سائنس" مطبوعہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جنوری ۱۹۸۲ء

مثلاً حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد کے حالات تورات کا حصہ نہیں اور یہ محرف کلام ہے یا الحاقی۔

۲۔ زبور۔ قرآن مجید کی رو سے زبور حضرت داؤد پر نازل ہوئی۔ لیکن بائبل میں شامل زبور کے متعلق عیسائیوں کی روایت یہ ہے کہ یہ ان پانچ دیوانوں کا مجموعہ ہے جن میں ہر طرح کے مذہبی گیت درج ہیں ان مزامیر کا شمار عموماً ایک سو پچاس دیا جاتا ہے ان کی تعداد اور ان کے مصنفین کے بارے میں کئی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ گمان یہی گذرتا ہے کہ ان میں سے اکثر مزامیر مختلف لوگوں کے ہیں۔ اور حضرت داؤد کے بہت بعد کی تصنیف ہیں۔

۳۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی لیکن مروجہ اناجیل اربعہ ۶۰ء اور ۱۰۰ء کے درمیان یعنی حضرت عیسیٰ کے رفع سماوی کے بعد بہت لکھی گئیں جب کہ اصل انجیل موجود نہ تھی۔ پھر یہ اناجیل نہ آرامی زبان میں تھیں اور نہ عبرانی زبان میں بلکہ یونانی میں، جو نہ حضرت عیسیٰ کی زبان تھی اور نہ ان کی قوم کی۔ چنانچہ ان کی حیثیت حضرت عیسیٰ کے کلام کی عدم موجودگی میں زیادہ سے زیادہ تراجم کی ہوسکتی ہے لیکن اس قسم کے تراجم کی صحت پر انحصار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اس صورت میں موجودہ اناجیل قابل اعتماد نہیں ٹھہرتیں۔

۴۔ محفوظ اور مستند کلام الٰہی ہونے کا شرف وحید صرف قرآن مجید کو حاصل ہے۔ اور اس اعتبار سے وہ دنیا کی بالکل بے نظیر کتاب ہے۔ آیات قرآنی کو نزول کے بعد ایک طرف تو لکھ کر محفوظ بنا دیا جاتا تھا تو دوسری طرف حفظ کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کا اصل متن روز اول سے آج تک نہ صرف اوراق کے سفینوں میں مرقوم ہے بلکہ حفاظ کے سینوں میں بھی محفوظ ہے۔ اس کے ترجمے دنیا کی کم و بیش تمام زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ لیکن ترجمے کے ساتھ اصل متن من وعن موجود ہوتا ہے تاکہ کسی قسم کی تبدیلی یا تحریف کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور اگر کہیں قاری کو اشتباہ ہو جائے تو وہ اصل سے اپنی تسلی کرلے۔ پھر چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور اس کا آخری پیغام ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اٹھائی ہے اس طرح قرآن مجید آسمانی کتابوں میں ممتاز و منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

چوتھا باب کتب عتیق کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ اور چوبیس صفحوں کو محیط ہے۔ اس میں فاضل مؤلف ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک طرف تو بائبل کی کتابوں کو الہامی قرار دیا جاتا ہے اور دوسری طرف ان کتابوں کے مصنفین کے نام بھی دئے جاتے ہیں۔

کتاب پیدائش کے ابتدائی ابواب کے اقتباسات دے کر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ ان میں درج بیانات خود یہودی اور عیسائی سائنس دانوں کے نزدیک قوانین فطرت کے خلاف ٹھہرتے ہیں مثلاً کہا گیا ہے کہ پہلے دن خدا نے زمین اور آسمان پیدا کئے حالاں کہ زمین اور آسمان ایک وقت میں نہیں بنے۔

بڑے تھے کہ گٹھا نہیں اٹھا سکتے تھے۔

قرآن مجید کے بیان کی رو سے حضرت ابراہیمؑ کے کوئی اولاد نہ تھی تو انہوں نے اس کے لئے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نرم دل پہلوٹھا بیٹا (حضرت اسماعیلؑ) عطا کیا۔ اور انہوں نے حکم الٰہی کے مطابق حضرت اسمٰعیلؑ کو ہی قربانی کے لئے پیش کیا۔ قربانی کے واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود حضرت اسحاقؑ کی بشارت دی۔ تفصیلات کے لئے سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات ۹۹ تا ۱۱۳ ملاحظہ فرمائیے[۱]۔

پانچواں باب "مسیحی اور یہودی اقوام" ہے اور سولہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل نکات واضح کئے گئے ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کو ابن داؤد کہنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عہد نامہ قدیم کی بائبل میں کئی جگہ یہ خبر دیتی ہیں کہ یہودیوں کو غلامی سے نجات دلانے والا حضرت داؤد کی نسل سے ہوگا۔ اس حضرت عیسیٰؑ سے یہ امید وابستہ کرکے انہیں ابن داؤدؑ کہا جانے لگا۔

۲۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے آپ کو کہیں بھی ابن داؤد یا ابن اللہ نہیں کہا۔ صرف ابن آدم اور نبی کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن اناجیل میں انہیں بارہا ابن داؤد اور ابن اللہ لکھا گیا ہے۔

۳۔ وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ خود ان کا فرمانا ہے کہ "میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"۔ اس لئے انہیں اقوام عالم کا منجی کہنا قطعاً درست نہیں۔

۴۔ حضرت عیسیٰؑ کا پیغام اپنی اصل شکل و صورت میں ہم تک نہیں پہنچا۔ پھر اس میں تحریف و تغیر کا عمل جاری رہا اور سینٹ پال نے کئی احکام منسوخ کر دئیے بلکہ کئی نئے عقائد دین میں شامل کر دئیے۔

۵۔ اناجیل اربعہ کی ترتیب سے قبل سینٹ پال نے اپنے جو وہ مکتوب تحریر کئے تھے جو عہد نامہ جدید کا اہم حصہ شمار ہوتے ہیں۔ پال ہی کے نظریات کی بنیاد پر انجلیں مرتب ہوئیں اور وہ بھی ایک ایسی زبان میں

---

[۱] "تطہیر بائبل" کے مصنف نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ اسماعیلؑ کے ختنے کے وقت اس کی عمر تیرہ سال تھی اور اس کے بعد اسحاق کی بشارت ہوتی ہے اور ایک سال بعد اسحاق پیدا ہوتا ہے گویا کہ بائبل کے مطابق ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کی ہجرت کے وقت اسماعیل کی عمر تقریباً ۱۵ یا ۱۶ کی تھی انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیں انہیں ماخذ سے اتفاق کرنا پڑے گا جو اسلامی روایات اور تحقیقات سے ہم تک پہنچے ہیں۔ مزید لکھا ہے کہ اگر ہم مسئلہ ذبیحہ کا بلا تعصب فیصلہ کریں تو اس عظیم قربانی کا حقدار صرف اسماعیلؑ ہے کیونکہ وہ ابراہام کا پہلا پھل ہے ("تطہیر بائبل" ص ۶۴ تا ۷۰)

کہ بادشاہِ وقت ملاقات کا مشتاق ہوتا۔ اسی طرح کتاب پیدائش ہی میں حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت کا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے اس سے تو یہی تاثر قائم ہوتا ہے کہ وہ ایک بزدل اور بے حس انسان تھے۔ حالاں کہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔

کتاب پیدائش ہی میں حضرت لوطؑ اور ان کی بیٹیوں کا قصہ بیان ہوا ہے یہ سراسر الزام تراشی ہے پھر اس میں ایک صریح غلط بیانی سے بھی کام لیا گیا ہے کہ اس وقت زمین پر کوئی مرد موجود نہ تھا جو ان لڑکیوں سے شادی کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت حضرت لوطؑ کے چچا حضرت ابراہیمؑ اور ان کی قوم موجود تھی اور حضرت لوطؑ کی بالغ لڑکیاں اس حقیقت سے ناآشنا نہیں ہو سکتی تھیں[1]۔ اسی طرح اور نبیوں اور ان کی اولاد پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے گئے ہیں۔

اسی باب میں چند اور قصوں کے تضادات بھی واضح کئے گئے ہیں۔ جیسے حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں کتاب پیدائش کے مطالعے سے عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کے وقت چودہ برس کے تھے۔ لیکن اسی کتاب کے باب ۲۱ ہی میں حضرت اسماعیلؑ کی علیحدگی کا قصہ اس طرح بیان کیا گیا کہ گویا حضرت اسحاقؑ کا دودھ چھڑاتے وقت ننھے بچے تھے۔ پھر جب اکلوتے بیٹے کی قربانی کا سوال سامنے آتا ہے تو حضرت اسحاقؑ کا نام لیا جاتا ہے۔ حالاں کہ وہ کسی طور بھی اکلوتے نہیں ٹھہرتے۔ بائبل کی رو سے جس بیٹے کی قربانی پیش کی گئی وہ سوختنی لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے کے قابل تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت اس قدر چھوٹے

---

[1] اعجاز چوہدری نے اپنی کتاب "تطہیر بائبل" میں اس واقعے کی جزئیات کا جائزہ لے کر اسے مسترد کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ لڑکیوں کا اپنے باپ سے ہم آغوش ہونا اور اس کو اس بات کا علم نہ ہونا۔ جنسی کارکردگی کی تھیوری کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ نشے کی حالت اگر بے ہوشی تک پہنچ گئی ہو تو اعضا مضمحل ہو جاتے ہیں اور انسان یہ فعل نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہ بے ہوش نہیں، صرف نشے کی حالت میں ہے تو اس کو مفعول کی پوری پوری پہچان ہو گی۔ ہمارے مشاہدے میں بلانوش قسم کے لوگ آئے ہیں لیکن گھر پر وہ ماں بہن اور بیوی میں تمیز کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس داستان سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسرائیل کا مقولہ ہے موآبی اور عمونی نسلوں کو ذلیل کرنے کے لئے بطور سند اس مجموعے میں داخل کر دی ہے۔ دیکھئے "تطہیر بائبل" فلینٹ پبلشرز لاہور - جلد اول ص ۴۲۶ (مذکورہ کتاب کے مصنف اعجاز چوہدری ایک مسیحی مبلغ تھے اپنی کتاب کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں اور دینی خدمات میں مصروف ہیں۔

سی انسائیکلو پیڈیا سے پیش کئے گئے ہیں۔

دسواں اور گیارہواں باب (صفحہ ۱۰۲ تا ۱۳۰ تک) حضرت عیسیٰ کے حسب و نسب، پیدائش اور حالات زندگی سے متعلق ہیں۔ ان ابواب کے چند اہم نکات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ بائبل میں روایت کردہ حضرت عیسیٰ کے نسب نامے باہم مختلف ہیں۔

۲۔ انہیں حضرت داؤد کی اولاد ظاہر کیا گیا ہے۔ حالاں کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم آل عمران سے تھیں۔

۳۔ حضرت عیسیٰ کے عام حالات نہیں ملتے کیونکہ برٹانیکا کے بموجب ان کے اپنے زمانے کا لکھا ہوا کوئی بھی ماخذ نہیں جس سے ان کی زندگی کے حالات قلم بند کئے گئے ہوں۔ ان کی تاریخی زندگی کے متعلق جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کا ماخذ بلا استثنا یسوع کے بعد وضع کردہ نظریات اور خاص طور پر وہ قدیم مواد ہے جسے پہلی تین انجیلوں میں اکٹھا کیا گیا ہے۔ عہد جدید کی شہادتیں اس قدر متضاد ہیں کہ ان میں سے اکثر سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کوئی نتیجہ برآمد نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے بارے میں اناجیل میں متضاد بیانات موجود ہیں ان سے کئی غلط فہمیاں اور الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔

بارہواں باب چوبیس صفحوں پر مشتمل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں اور حواریوں کے بارے میں ہے۔ اس میں درج ذیل نکات پر مدلل بحث کی گئی ہے۔

۱۔ اناجیل کے بیانوں سے حضرت عیسیٰ کے بارہ شاگردوں اور حواریوں کی حقیقت اور ان کے ناموں کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں۔

۲۔ حضرت عیسیٰ کے بعد سینٹ پال نے آپ کی تعلیمات کے برعکس اپنی قیادت قائم کرکے ایک نئے دین کو رواج دیا۔ چنانچہ بعد کی صدیوں میں کلیسا نے حضرت عیسیٰ کی بجائے پال ہی کو مسیحیت کا مستند نمائندہ اور قائد قرار دینا شروع کر دیا۔

تیرھویں باب (ص ۲۵۵ تا ۲۸۸) "مصلوبیت مسیح" کے عنوان سے یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ یہ معاملہ مشتبہ ٹھہرتا ہے۔ چاروں انجیلوں میں اس ضمن میں پیش کئے گئے واقعات باہم متضاد ہیں البتہ انجیل برنباس میں جو تفصیلات درج ہیں وہ قرآنی موقف کی تصدیق کرتی ہیں[۵]

۵۔ یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا اور ان کی جگہ یہوداہ اسکریوتی مشابہت (باقی اگلے صفحہ پر)

چودہویں باب (ص ۲۸۹ تا ۳۱۴) کا عنوان ہے۔ " ابن اللہ اور عقیدۂ تثلیث " حضرت عیسیٰؑ نے ا[illegible] بیانوں اور وعظوں میں خود کو کہیں بھی ابن اللہ کہہ کر پیش نہیں کیا بلکہ بار بار انہوں نے خود کو ابن آد[illegible] (اناجیل میں کم از کم ستر مقامات پر) عہد نامہ قدیم میں جہاں کہیں خدا کا بیٹا یا خدا کا پہلوٹھا کے الفاظ استع[illegible] ہوئے ہیں۔ کسی برگزیدہ بندے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اور ان کا خدا کی اپنی زبانی قرار دیا جانا لکھا۔ جب کہ انجیلوں میں یہ سب الفاظ مصنفین کے اپنے ہیں اور کسی ایک جگہ بھی خدا کی زبانی نہیں۔

تثلیث کا عقیدہ مسیحیت کا ایک بنیادی عقیدہ بن چکا ہے۔ لیکن اپنی پیچیدگی کے سبب کبھی ک[illegible] کی سمجھ میں نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰؑ سمیت تمام انبیاء ہمیشہ توحید کے عقیدے کی تبلیغ کرتے رہے اور ا[illegible] پر سختی سے کاربند رہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد جب غیر اقوام دائرۂ مسیحیت میں آئیں تو انہیں اپنے پرا[illegible] عقیدوں کے مطابق مطمئن کرنے کے لئے تثلیث کا نظریہ وضع کر لیا گیا۔

اسی طرح کفارہ کا عقیدہ ہے۔ اسے پندرھویں باب (ص ۳۱۵ تا ۳۲۶) کا موضوع بنا کر یہ بات پا[illegible] ثبوت کو پہنچا دی گئی ہے کہ یہ ایک بے بنیاد اور غیر فطری عقیدہ ٹھہرتا ہے۔ منصف مزاج اور رو[illegible] خیال مسیحیوں نے بھی اس عقیدے کو ناقابل فہم اور غیر معقول قرار دیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان [illegible] سے ان کی " صلیبی موت " کفارہ بن کر انسان کو اس کے پیدائشی گناہ سے پاک کر دیتی ہے اور بندے [illegible] خدا کے باہمی قرب اور ملاپ کا باعث بنتی ہے۔

سولہویں باب کے ۳۲ صفحات ہیں۔ ان میں عہد نامہ جدید کے باہمی اکیس تضادات بطور مثال [illegible] کئے گئے ہیں۔ اسی طرح قدیم و جدید عہد ناموں میں لفظی و معنوی تحریفات کی چالیس مثالیں درج کی[illegible] ہیں۔ یہ ایسے مقامات ہیں جہاں عہد نامہ جدید میں عہد نامہ قدیم کا باقاعدہ حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن لفظ[illegible] معنوی تحریفات سے گریز نہیں کیا گیا۔

سترھویں باب میں (۳۲۷ تا ۳۸۰) مسودۂ کتاب پر مسیحی علماء کے تبصرے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ [illegible] تبصرے بالعموم سطحی اور جذباتی قسم کی رائے زنی پر مشتمل ہیں۔ ان میں کچھ اعتراضات بھی کئے گئے ہیں

(باقی ص ۵۴)

بقیہ ص ۳۴ ہو جانے سے پکڑا گیا تھا اور اسے صلیب پر چڑھا یا گیا تھا۔ پھر یہ سارا معاملہ لوگوں کی نظ[illegible] میں مشتبہ ہو گیا۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی تالیف " انجیل برنباس کا مطالعہ " اردو ایڈیشن ۷[illegible] انگریزی ایڈیشن ۷۶ء۔ یاد رہے کہ جن انجیلوں کو کلیسا نے ضبط کیا اور چھپائے جانے کا اہتمام کیا ان میں سے برنباس کی واحد انجیل ہے جو پھر دنیا میں جلوہ گر ہو چکی ہے اور صداقت کا اعلان کر چکی ہے۔